احادیث سے صحابہ کرامؓ کا استدلال و امتثال

(از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری (نیپال ہند)

(۱)

غیر منقسم ہندوستان میں مرحوم دار الحدیث رحمانیہ دہلی نے ربع صدی تک علوم حدیث وفنون عربیہ کی اشاعت و ترویج کے سلسلہ میں جو عظیم القدر خدمات انجام دیں اس سے ملت کیلئے قابل فخر رجال پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی زاد مجدہ اسی لڑی کے درخشاں موتی ہیں

آپ سالہا سال تک نیپال (اضلاع ہند) کے علاقے میں قرآن وحدیث کی تدریس و تبلیغ فرماتے رہے ہیں نہ صرف یہ آپ کا مطالعہ وسیع ہے بلکہ مختلف النوع کتابوں کے اندر سے آب دار موتی نکالنے کا ملکہ بھی اللہ تعالےٰ نے آپ میں ودیعت فرمایا ہے۔

ہندوستان کے جرائد میں آپ کے علمی اور تبلیغی مقالات اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں جنہیں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے ماہ نامہ "رحیق" سے بھی مستقل طور پر قلمی تعاون کا وعدہ فرمایا ہے۔

زیر اشاعت مقالہ بہت اہم ہے اور کافی دیدہ دری سے مرتب کیا گیا ہے۔

حدیث پاک کا انکار بلکہ مخالفت کرنے والے شر ذمہ قلیلہ نے مختلف راستوں سے اس مغالطہ کی اشاعت کی مہم شروع کر دی ہے "کہ حکومت وقت" کو قرآن وحدیث کی تصریحات اور ان کے ضابطوں تک کے بدلنے کا حق حاصل ہے اور "اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے" کی آڑ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ قرآن تک کے احکام وضوابط زمانہ نزول کے لئے ہی خاص تھے۔ اب کھلی چھٹی ہے جیسے چاہو قرآن کا استعمال کرو! مولانا عبدالرؤف رحمانی کے زیر اشاعت مقالے کا مرکزی نقطہ یہی اہم موضوع ہے جو بہت بصیرت افروز ہے علاوہ ازیں اس مقالے سے واضح ہوگا کہ حدیث وسنت کی اہمیت صحابہ کرام کے ہاں کس قدر تھی۔ اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جو قولاً تو حدیث کو تسلیم کرتے ہیں مگر عملاً اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

اور اس کے ترک کے لئے کوئی نہ کوئی عنوان ڈھونڈھ لیتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی حالت پر رحم فرمائے۔

اس پر مغز مقالہ کی پہلی قسط شریک اشاعت ہے۔ (ادارہ)

انکارِ حدیث کے اس دورِ پُرفتن میں ضروری ہے کہ تعامل اُمت اور اس میں بھی خیر القرون کا تعامل اور خیر القرون میں بھی صحابہ کرامؓ کا تعامل سامنے رکھا جائے کہ ان اخیارِ امت اور اکابر صلحاء نے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ کیا معاملہ رکھا ہے اور اپنی زندگی کے ہر گوشہ کیلئے احادیث نبویہ سے کس کس طرح استدلال کیا ہے۔ اور اپنے تمام اعمال میں ارشادات رسالت کے ساتھ یہ کس طرح امتثال و اتباع کیا ہے۔ جب ہم اس تلاش میں نکلتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عبادات سے لے کر معاملات تک خواہ وہ تعلقات زن و شوہر کے ہوں یا بیع و شرا سے متعلق ہوں اور لباس و زیور سے متعلق ہوں یا معاشرت و معیشت سے متعلق ہوں۔ غلام و آقا کے تعلقات ہوں یا امارت اور قصاص و حدود کے معاملات، حقوق والدین ہوں یا دیگر تہذیب و آداب کی باتیں ہوں۔ محبتِ رسول کا اظہار ہو یا اشارت نبوت پر عمل ہو۔ خیر و برکت کی تلاش یا حصولِ جنت اور جہنم کا خوف ہو۔ غرض زندگی کے ہر لمحے پر صحابہ کرامؓ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم نے یہ کام اس لئے کیا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا یا ایسا فرماتے ہوئے سنا یا آپ کا یہ منشاو اشارہ تھا۔ اس قسم کے نظائر کے ایک معتدبہ ذخیرہ کے سامنے آجانے سے ان منکرین رسالت کی بھی تردید ہو جائے گی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک پوسٹ مین کے منصب پر رکھتے ہیں۔

پرویزی تجدد کی تردید اسی طرح پرویزی تجدد کی بھی کماحقہ تردید ہو گی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "مرکزِ ملت" مان کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر زمانہ میں اتباع سنت کی صحیح شکل وہ ہو گی جو اس زمانہ کا "مرکزِ ملت" متعین کرے اس میں ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو چھوڑ کر نئی نئی تجاویز پر بھی عمل کرنے کرانے کا اختیار "مرکزِ ملت" کو دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے ان پیش آئندہ نظائر اور زندگی کے تمام نقشہ جات سے صاف واضح ہو گا کہ صحابہ کرامؓ و خلفائے راشدین حضور کے متعین کردہ نقشہ کو چھوڑ کر سرِ مو انحراف جائز نہیں رکھتے تھے۔ لیکن پرویز مقام حدیث پر کس ڈھٹائی سے لکھتا ہے۔

اگر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے تو بھی اس سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ حضور کے زمانہ میں دین کے فلاں گوشہ پر اس طرح عمل ہوا تھا تو اگر ہمارے زمانہ کا "مرکز ملت" سمجھے کہ اس میں ردو بدل کی ضرورت نہیں تو اسے علیٰ حالہ رائج کر دے اور اگر سمجھے کہ ہمارے زمانہ کے اقتضاآت اس میں ردو بدل چاہتے ہیں تو ردو بدل کر دے[1]

مسند احمد اور کنز العمال وغیرہ کے حوالوں سے پیش کئے ہوئے نظائر سے یہ حقیقت ہمارے ناظرین کے سامنے کھل کر آجائے گی کہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین نے سنت رسول کا مطلب ہرگز یہ نہیں سمجھا کہ اس میں حسب منشا ترمیم و تبدیل کر دی جائے۔ اور نہ سنن نبویہ کو چھوڑ کر خلفاء نے اپنے طور سے کچھ ردو بدل کیا اور نہ خلافِ ارشادات رسالت کچھ رائج اور نافذ کیا حاشا و کلّا۔ اسی طرح ہمارے پیش کردہ سنن نبویہ کے امتثال و استدلال کے تمام ذخائر سے پرویز کے اس خبط کی بھی تردید ہو جائے گی جو اس نے "اسلامی نظام" کے پمفلٹ میں لکھا ہے کہ مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے احکام کو نافذ کرنے والے قواعد و جزئیات کو بدلتے رہیں گے۔ چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں "ظاہر ہے کہ جن اصول کی جزئیات قرآن نے متعین نہیں کیں ان کی جزئیات مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق بدلتی رہیں گی۔ اس لئے اپنے اپنے زمانہ کا "مرکز حکومت" یعنی اسلامی حکومت ان کی تفاصیل خود طے کرے گی"[2]

ہم آگے چل کر دو سو بیس نظائر و حقائق سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق و عبادات معاملات وغیرہ میں جس قدر اپنے سنن و احادیث کا میراث چھوڑا ہے۔ صحابہ کرام و خلفاء راشدینؓ نے انہی سنن نبویہ کا امتثال و اتباع کیا ہے اور انہی احادیث شریفہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ پس آج کے کسی "مرکز ملت" "امام وقت" "مرکز حکومت" کو کس طرح حق حاصل ہے اصولِ قرآن کی جزئیات و تفصیلات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما گئے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اپنے منشا کے مطابق ان کی دوسری جزئیات و تفصیلات تجویز کرے۔ اور رائج کر سکے۔ سورہ نحل میں اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ مجملات قرآن کی توضیح و تفصیل آپ کردیں ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ

---

[1] مقام حدیث جلد اول ص۶۶ [2] پمفلٹ اسلامی نظام ص۶

الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل) اور ہم نے اتارا آپ کی طرف "ذکر" یعنی قرآن کو تاکہ آپ لوگوں کے لئے خوب واضح کر دیں جو کچھ اتارا گیا ہے۔ ان کی طرف اس اشارۂ خداوندی سے خوب پتہ چلا کہ قرآنی اصول و کلیات اور اس کے مجملات کی توضیح اور اس کے جزئیات و تفصیلات کی تعیین و تبیین کا حق اللہ تعالے نے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکا ہے کہ آپ مبہمات و مجملات کتاب کی توضیح و تفصیل فرما کر لوگوں کو اس کے ہدایات و احکام کا مطلب اور ان پر عمل درآمد کا طریقہ اچھی طرح سمجھا دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں کچھ باتیں توضیح طلب اور محتاج تشریح تھیں۔ اور بحیثیت رسول کے آپ کو اس کے توضیح و تفصیل کا حکم دیا گیا۔ مثلاً قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ کا ایک مجمل حکم ہے۔ اس میں مراد الٰہی اور منشاء الٰہی اور اس کے اوقات و شرائط کو آپ نے بتلایا اور ان تمام جزئیات کی تعیین و توضیح بذریعہ جبرئیل امین آپ فرماتے رہے کہ جبرئیل آئے ہیں اور وَیُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ [1] اور تمہیں تمہارا دین سکھانا چاہتے ہیں۔ بسا اوقات جبرئیل امین ان جزئیات کو باقاعدہ رب العزت سے اطلاع پاکر آپ کے سامنے رکھتے تھے اور کہیں کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد بصیرت اور نور نبوت سے منشاء الٰہی کی از خود بھی تشریح و تفصیل فرمائی ہے۔ اور اس میں بھی لطیفۂ ربانی آپ کے شامل حال تھا ارشاد ہے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ (القیامۃ)

"یعنی بے شک ہمارے ذمہ ہے قرآن۔ آپ کے سینہ میں جمع کر دینا اور پڑھا دینا۔ پس جب ہم اس کو پڑھ دیں تو تم اس پڑھنے کی اتباع کرو۔ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کر دینا"۔

اس مختصر سی تمہیدی گزارش سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل کے ذریعہ قرآنی کلیات و مجملات کی جو کچھ بھی توضیح و تشریح کی ہے وہ توضیح و تفصیل کا منصب اور حق پانے اور مجاز ہونے کے بعد کی ہے۔ پس اب آپ نے سنن و احادیث کے ذریعہ اعمال دینیہ اور احکام دینیہ کا جو مفصل نقشہ چھوڑا ہے اس میں کوئی مرکز ملت، مرکز حکومت اور کوئی اسلامی سلطنت ہرگز ردوبدل کرنے کا نہ حق رکھتی ہے نہ منصب (الا ساء ما یحکمون)

اب ہم آپ کے سامنے صحابہ کرام و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ان تمام واقعات کو پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے اپنے ہر عمل و حرکت کا محور ذاتِ رسالت مآب ٹھیرایا ہے اور ہر طریقۂ کار اور فیصلہ جات کا مدار آپ ہی کے ارشادات پر رکھا ہے سب سے پہلے خلفاء راشدین کا طرزِ عمل پیش کر رہے ہیں اس کے بعد دیگر صحابہ کے اتباع و امتثالِ کامل کے نمونے پیش ہوں گے۔

قضیۂ وراثت میں حدیث نبوی پر عمل حضرت ابوبکرؓ کا دورِ خلافت ہے حضرت فاطمہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد اراضی خیبر و دیگر ترکات کے سلسلہ میں تشریف لاکر عرض کرتی ہیں۔ کہ امیر المومنین آپ کی وفات کے بعد کون لوگ وارث ہوں گے؟ فرمایا وَلَدِی وَاَہلِی یعنی میرے بال بچے وارث ہوں گے اس پر حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا فَمَا لَنَا لَا نَرِثُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم کیوں اپنے والد ماجد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے محروم کئے جا رہے ہیں؟ فرمایا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اِنَّ النَّبِیَّ لَا یُوْرَثُ کہ نبی کے ترکات و جائداد میں وراثت نہیں جاری ہوتی۔ نیز فرمایا ولکنی اعول من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعول وانفق علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق (یعنی البتہ ان تمام لوگوں کے اخراجات و ضروریات کی ذمہ داری مجھ پر ضرور ہے جتنی عیالداری حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے[۱]۔

آپ نے دیکھا کہ اس طویل قضیہ کے خاتمہ اور وراثت کا مرحلہ حدیث نبوی کی روشنی میں خلیفۂ راشد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے طے کیا اور قرآن کی آیت میراث سے میراث نبوی کے معاملہ کو مستثنےٰ قرار دیا۔ اور اس پر عمل درآمد کیا تاکہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اس معنی میں "مرکز ملت" نہ تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کچھ ردوبدل فرمائیں اور تقاضائے زمانہ اور ماحول کا لحاظ کریں۔ منتخب کنز العمال میں روایت موجود ہے کہ حضرت فاطمہؓ وراثت کے مسئلہ میں فطری طور پر جب کچھ ملول خاطر ہوئیں تو عاشقِ صادق نے ارشاداتِ رسالت مآب کی اتباع کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا فَاِنِّی اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ[۲] کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ

---

[۱] مسند احمد ص۱۰ ج۱ طبع اول

[۲] نیز دیکھئے مسند امام احمد ص۲۷ ج۱ طبع معارف مصر و بیہقی ج۶ ص۳۰۱ (رحیق)

کے امر و ارشاد میں سے کوئی چیز بھی چھوڑ دوں گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ پھر فرمایا صرف اوامر ہی نہیں بلکہ جو جو آپ کے اعمال شریفہ تھے اس میں سے بھی کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو قابل رد و بدل ہو۔ میں بعینہٖ اس کے مطابق اپنے اعمال کو رکھوں گا۔ فرمایا لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُهٗ۔ یعنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال شریفہ سے کوئی بھی عمل ایسا نہ چھوڑوں گا جس پر کہ میں عمل نہ کروں[۱]۔

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کی وقتی رنجش اور طبعی ملال خاطر کو برداشت کر لیا اور آج تک حضرات شیعہ میں اسی کے طفیل بدنام بھی ہیں۔ مگر یہ نہ ہوا کہ زمانہ کے تقاضا اور ماحول کے اثر کا تاثر لے کر فرمان رسالت میں نرمی و لچک پیدا کر دی ہو۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ذرا بھی خلاف امر ہوا تو میں کجراہوں اور گمراہوں میں شمار ہو جاؤں گا۔ سبحان اللہ کیسے مطیع رسول اور کیسے وفادار لوگ تھے زمانہ و ماحول کا تقاضا اور بڑے سے بڑا قضیہ ان کے اتباع کامل کے جذبہ کو ڈگمگا نہ سکتا تھا۔ آج پرویزی کہتے ہیں کہ زمانہ کے تقاضوں سے احکام نبوی بدلتے جاؤ۔ بہرحال مذہب کی سب تفصیلات و جزئیات سنن نبویہ کی روشنی میں جس قدر بھی موجود ہیں ان میں لچک اور لوچ کا اب کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ سائنس کی ہمنوائی میں اپنے دور میں سر سید مرحوم نے جو کچھ تاویلات رکیکہ کی ہیں۔ اس پر حضرت اکبر الہ آبادی اس طرح ماتم کر گئے ہیں ؎

دیکھ کاریگری حضرت سید اے شیخ　　　　دے گئے لوچ وہ مذہب میں کمانی کی طرح

اب پرویز صاحب اپنے زمانہ کی ہمنوائی اور آزاد طبعوں کی ہم نوائی میں قرآنی توضیحات سنن رسول میں لوچ دینے اور توڑ تاڑ کر بدل دینے کے لئے طیار ہیں۔ اَلَا بِئْسَ مَا يَصْنَعُوْنَ

؎ آہ کس درجہ ہیں "پرویز نش" بے توفیق　　　　خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

حضرت فاطمہؓ کی طرح حضرت عباسؓ نے بھی اپنا حصہ طلب کیا تھا[۲]۔ ازواج مطہرات نے بھی اس کا ارادہ فرمایا تھا مگر جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کے سامنے حدیث نبوی لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ

[۱] منتخب کنز العمال ج۳ ص۱۲۸ ایضاً مسند امام احمد ج۱ ص۲۷ (رحیق) [۲] بخاری ج۲ ص

صدقۃ پیش کردی تو اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے[51]

حضرت فاطمہؓ کی رضامندی حتے کہ حضرت فاطمہؓ جو اس معاملہ میں پیش پیش تھیں وہ بھی راضی ہو گئیں[52]

(۲) قضیۂ خلافت میں حدیث نبویؐ سے فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پُر ملال کے بعد انتخاب خلیفہ کے معاملہ میں صحابہ میں باہم سخت اختلاف پیدا ہوا۔ چنانچہ انصار نے کہا کہ ہمارا خلیفہ ہماری برادری سے ہوگا۔ اور مہاجرین کا خلیفہ مہاجرین سے کوئی منتخب ہوگا۔ یہ آخری بات بظاہر فیصلہ کن اور اصولی سمجھ کر کی گئی تھی۔ مگر حدیث نبوی کے خلاف ہونے کی وجہ سے درخور اعتنا نہ ہوسکی۔ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کی تعریف و توصیف میں ایک پُرمغز اور مدلل تقریر کے اثناء میں سعد بن عبادہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم بھی اس مجلس میں موجود تھے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا الائمۃ من القریش کہ خلیفہ قریشی ہونا چاہیئے انہوں نے اس کا اعتراف کیا اور سارا جھگڑا اسی جگہ ختم ہو گیا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں فَلَمَّا سَمِعُوا حَدِیْثَ الْاَئِمَّۃُ مِنَ الْقُرَیْشِ رَجَعُوا عَنْ ذَالِکَ وَاَذْعَنُوا (یعنی جیسے ہی لوگوں نے یہ حدیث سنی اپنے خیالات سے باز آ گئے اور سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔[53]

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے اہم اختلافات اور ملکی و قومی معاملات حدیث رسول پیش ہوتے ہی آن کی آن میں ختم ہو جاتے تھے۔ اور زمانہ کی سازگاری اور ہم نوائی اور قومی کشاکش و ماحول کے اثرات سے حدیث رسول میں یا بلفظ دیگر توضیحات نبویہ میں کسی قسم کی لچک پیدا کر دینا صحابہ کرام جانتے ہی نہ تھے۔ اسی لئے دو ابیروں کے وجود کے لئے لچک نہ پیدا کر سکے۔ پھر زمانہ کے تقاضوں اور ماحول کے دباؤ کے لئے رد و بدل کر دینا تو بہت دور کی بات تھی۔

(۳) جیش اسامہؓ کی روانگی میں حدیث نبوی سے فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد عرب کے بعض مسلمان قبائل زکوٰۃ وغیرہ کے منکر ہو گئے۔ اور کچھ منافقین مرتد ہو گئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ اب آنحضرت موجود نہیں ہیں مرکز کو زکوٰۃ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ مرکزیت تو آپ کی ذات تک تھی۔ اور منافقین نے سمجھا کہ اب وہاں داخلی انتشار ہوگا کسی طاقت کا اب کوئی خطرہ نہیں اس لئے اب

---

[51] بیہقی ج ۸ ص ۳۰۱ [52] بیہقی جلد ششم مطبوعہ حیدرآباد ص ۳۰۱ [53] فتح الباری پ ۱۴ ص ۳۶۵

کھل جانے میں کچھ ہرج نہیں ہے بہر حال مدینہ کے باہر تو اسی قسم کے حالات تھے۔ اور یہاں ابوبکرؓ حضرت اسامہ کو طیار فرما رہے ہیں کہ وہ شام کی طرف لشکر کشی کریں۔ اجلہ صحابہ کرام اور خواص نے عرض کی کہ عام ارتداد و انکار کے ایسے پرفتن موقع پر مرکز سے لشکر کو علیحدہ کرنا اور فوجی طاقت سے مرکز کو خالی کر دینا قرین مصلحت نہیں ہے بلکہ اس وقت مرکز (مدینہ منورہ دار الخلافہ) کو ہر طرح مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب باہر کے حالات اور فتن ہموار و سازگار ہو جائیں۔ اس کے بعد اسامہ کے لشکر کی روانگی عمل میں لائی جائے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ زمانہ کے تقاضوں اور ماحول کے پرفتن دباؤ کے باوجود یہ اسامہ کا لشکر ضرور روانہ ہوگا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اَنْفِذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ کہ اسامہ کی قیادت میں لشکر روانہ کر دینا تو میں اس ہدایت کے مقابلہ میں ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پرجوش لہجہ میں فرمایا۔ خدائے واحد کی قسم! اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ مجھ کو اس لشکر کے روانہ کر دینے سے (اور بظاہر مرکز کے کمزور ہو جانے سے) درندے آکر پھاڑ کر کھا لیں گے تو بھی امر نبوی معلوم ہوتے ہوئے لشکر کی روانگی کے ارادہ سے میں ذرا ہٹ نہیں سکتا۔ آخر میں فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا مُنَفِّذٌ لِاَمْرٍ اَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ میں کچھ اپنا حکم نہیں نافذ کر رہا بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ کر رہا ہوں[1]۔ دیکھئے بظاہر بگڑے ہوئے ماحول کا تقاضہ تھا کہ لشکر اسلام مدینہ میں مرکز کی مضبوطی و تحفظ کے لئے موجود رہے۔ زمانہ کے تیور صحابہ کرام کی با مصلحت گذارشات ایک طرف تھیں۔ مگر اس وقت کے "مرکز ملت" نے ذرا بھی حدیث نبوی میں رد و بدل نہیں کیا۔ اور لچک تک نہ آنے دی۔ اور "امر نبوی" ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ کے علی الرغم نافذ فرمایا اور الحمد للہ اس لشکر کشی کا اس قدر عمدہ اثر ہوا کہ فتنہ ارتداد مرکز کو مضبوط سمجھنے پر مجبور ہوا کہ اگر اندر داخلی انتشار اور لامرکزیت ہوتی تو باہر لشکر کشی کیوں ہو پاتی۔ اس لئے یہ فتنہ خود بخود دبتا چلا گیا یہاں اس واقعہ کے سامنے آجانے سے صاف واضح ہوا کہ صحابہ کرام کسی ظاہری مصلحت اور کسی ظاہری تنگی سے فرمان رسول کو موخر نہیں فرماتے تھے اور زمانہ کے تقاضا سے حکم نبوی میں ذرہ برابر ادل بدل نہیں

[1] منتخب کنز العمال جلد چہارم ص۳۶۱

فرماتے تھے۔

(۴) لوگوں کے وعدہ کا حدیث نبوی کے مطابق وفا کرنا | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال پر ملال کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ نے اعلان فرمایا کہ جس شخص کا کوئی قرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہو یا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ وعدہ فرمایا ہو وہ میرے پاس آکر وصول کرے۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ بحرین سے مال وزر دارالخلافہ میں پہنچا ہُوا تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس اعلان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرینؔ کا مال آگیا تو میں تم کو دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار لپ بھر بھر کر دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو حسب ارشادِ نبوی تین بار دونوں لپ بھر بھر کر دونگا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو حسبِ وعدہ نبوی عطا فرما دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں نے گھر پہنچ کر ان کا شمار کیا فَکَانَتْ اَلْفاً وَخَمْسَ مِاۃٍ تو وہ ڈیڑھ ہزار درہم تھے[1]

صحابہ کرام اور خلفاء راشدینؓ کی محبت منہ دیکھے کی نہ تھی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کے ارشادات پر سختی اور مضبوطی سے عمل پیرا تھے کسی نے کیا خوب لکھا ہے۔

یوں تو منہ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو ۔۔۔ جب میں جانوں کہ مرے بعد مری یاد رہے

بظاہر زمانہ کا تقاضا تھا کہ مرکز کو خوب مضبوط کیا جائے روپیہ پیسہ دفاعی و فوجی طاقتوں پر صرف کیا جاوے اور روپیہ ادھر ادھر کے وعدوں پر نہ صرف ہو نہ ایسے اعلانات نکالے جائیں مگر وہ تھے صحابہ کرام جو زمانہ سازی اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ادل بدل کے قائل نہ تھے وہ صرف اس کے قائل تھے کہ چاہے کچھ ہو لیکن سر مو ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے منشاء سے انحراف نہ ہو۔ بقول غالب ؎

موجِ خوں سر سے گذر ہی کیوں جائے ۔۔۔ آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟

(۵) حدیث نبوی کے مطابق وظیفہ کا اجرا | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک

[1] مسند امام احمد جلد سوم صفحہ ۳۰۸ و صفحہ ۳۱۰

شخص کا غلام اپنے مولا کی باندی سے زنا کا مرتکب ہو گیا۔ اس کے مالک نے دیکھ لیا اور غصہ میں غلام کی ناک کاٹ لی۔ غلام نے اپنے مولا کی اس حرکت پر نالش کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو بلا کر قصہ معلوم کیا اور اس کے بعد آپ نے اس کے غلام کو آزاد کر دیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اب میرا خبر گیر کون ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی ولایت میں لیا اور اس کے خبر گیر ہونے کا ذمہ لیا۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو یہ شخص حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا ہاں مجھے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور ہدایت یاد ہے۔ نُجْرِیْ عَلَیْكَ النَّفَقَۃَ وَعَلٰی عِیَالِكَ یعنی تمہارے لئے اور تمہارے بال بچوں کے لئے بھی ہم وظیفہ جاری کر رہے ہیں۔ وظیفہ جاری ہو گیا۔ اور وہ آرام سے زندگی بسر کرتا رہا۔ جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا۔ تو یہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس بھی آیا۔ فاروق اعظم نے بھی فرمایا ہاں ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یاد ہے اب تم کیا چاہتے ہو اور کہاں رہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا مصر میں رہنے کا خیال ہے تو حضرت عمرؓ نے مصر کے عامل رگورنر) کے نام حکم نامہ جاری کر دیا کہ اسے کوئی قطعہ اراضی بطور جاگیر دے دو کہ اس کا گزر بسر ہو۔ الفاظ یہ ہیں فَکَتَبَ عُمَرُ اِلٰی صَاحِبِ مِصْرَ اَنْ یُّعْطِیَہٗ اَرْضًا یَّاْکُلُھَا[۱]

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کس اہتمام اور کس احترام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل فرمایا کرتے تھے۔ آج کل تو مالی وظائف کے تقرر میں ارباب حکومت عموماً کد و کریز کی راہ اختیار کرتے ہیں مگر وہاں کسی قسم کی تنقیش و تفتیش یا رد و کد نہ کیا گیا بلکہ صورت دیکھتے ہی حکم نبوی یاد آتا ہے۔ اور وظیفہ کا اجرا اس کے حسب منشا کرایا جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

(۶) **کسی سے سوال نہ کرنا حدیث نبوی پر عمل** | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنا کام خود ہی کرو اور کسی چیز کے لادنے یا اٹھا دینے تک کا سوال نہ کرو۔ اس کا اثر دیکھئے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ دور خلافت میں سریر آراء خلافت بھی جب کبھی اونٹنی پر سوار ہو کر

---

[۱] مسند امام احمد جلد دوئم ص ۱۸۲

نکلتے اور اس کی نکیل گا ہے آپ کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتی تو حضرت ابوبکرؓ کسی سے یہ نہ فرماتے کہ بھائی ذرا نکیل میرے ہاتھ میں پکڑا دو۔ بلکہ اونٹنی کو بٹھاتے اور اتر کر خود ہی نکیل کو اٹھاتے رفقاء اور آپ کے متعلقین اس حالت کو دیکھ کر کہتے کہ آپ ہمیں فرما دیتے تو ہم خود اٹھا دیتے۔ اتنی ذرا سی بات کے لئے آپ نے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی فرمایا

ان حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی اَن لَا اَسْاَلَ النَّاسَ شَیْئًا [۵۱] کہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی سے کچھ سوال نہ کروں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کو ارشادات رسالت مآب کا کس قدر پاس و احترام تھا وہ زمانہ کے اس تقاضا کو کیا وزن دے سکتے ہیں۔ کہ مرکز ملت کی حیثیت سے میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ اونٹ کو بٹھانے پھر اتر کر اٹھانے میں کیوں وقت عزیز ضائع کروں۔ اور کیوں آناً فاناً کسی سے اٹھوا نہ لوں کیونکہ وہ تو حرف بحرف اتباع کو موجب فلاح دارین سمجھتے تھے۔

۷ غلام کا آزاد کر دینا اشارہ نبویہ پر عمل ایک بار حضرت ابوبکرؓ اپنے غلام پر کسی کام کے بگڑ جانے کی وجہ سے کچھ ڈانٹ ڈپٹ کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقاً اسی وقت تشریف لے آئے۔ فرمایا ایک صدیق کے لئے ایسی بات کب موزوں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس غلام کو تو آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس کفارہ کا تذکرہ فرمایا اور یہ بھی کہا لَا اَعُوْدُ کہ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا۔[۵۲]

اس واقعہ سے صدیق اکبرؓ کی کمال اطاعت اور ارشادات رسالت مآب اور ارشادات نبوت کی اتباع کا حال خوب واضح ہو جاتا ہے۔ ان کی اطاعتوں پر آسمان و زمین نثار رہے۔

قرنہا زمزمہ پرداز جہاں خواہد بود زیں نواہا کہ دریں گنبد گرداں زدہ اند

(باقی)

---

[۵۱] مسند امام احمد جلد اول ص۱۱ [۵۲] ادب المفرد للبخاری ص۴۸